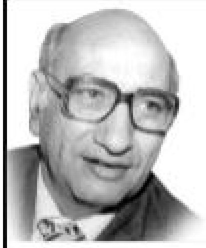

پرسش احوال

حمید اختر

hamidakhtar@hotmail.com

(Daily Express 18/19-2-2010)

ماضی و حال کی داستانیں (پہلا حصہ)

میں پونے دو بجے کے قریب جب اپنے کمرے میں واپس آیا تو مجھے ایک سکیورٹی افسر مل گیا جس نے مجھے بتایا کہ ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا ہے" یعنی اپنے اقتدار کی آخری رات بھٹو صاحب نے جو دو آخری احکامات جاری کئے وہ سزائے موت کے قیدیوں کی سزا کو عمر قید میں بدلنے کے بارے میں تھے۔ یہ کیسا عجیب اتفاق ہے کہ اس کے بعد وہ نہ صرف گرفتار ہوئے بلکہ عدالتی قتل کا نشانہ بننے کے بعد تختہ دار پر لٹکا دیئے گئے۔ افسوس ہے کہ ان کے اس عدالتی قتل کا آخری گواہ بھی کوئی دو ہفتے قبل کسی نامعلوم قاتل کی گولیوں کا نشانہ بن کر اسلام آباد کے سیکٹر الیون میں یہ دنیا چھوڑ گیا۔ ہم اس آخری گواہ کے بارے میں ایک دو بار پہلے بھی لکھ چکے ہیں بلکہ بی بی کی حکمرانی کے زمانے میں یہ مشورہ بھی دے چکے ہیں کہ بھٹو صاحب کے عدالتی قتل کا یہ گواہ ابھی زندہ ہے حکومت کو چاہیے کہ اس کا بیان ریکارڈ کرے مگر غالباً ایسا ہو نہیں سکا۔ یہ گواہ تھے چودھری سردار خاں ایڈووکیٹ۔ ان کا رشتہ ایف ایس ایف کے ڈائریکٹر میاں عباس سے سالے بہنوئی کا تھا۔ میاں عباس احمد رضا قصوری کے والد کے قتل کے مقدمے میں نامزد تھے اور ضیاء الحق حکومت کی ہدایت پر ان پر یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ انہوں نے بھٹو صاحب کے حکم پر احمد رضا قصوری کے والد کو قتل کیا ہے۔ جب لاہور ہائی کورٹ میں مولوی مشتاق کی عدالت میں یہ مقدمہ شروع ہوا اور میاں عباس کا بیان ریکارڈ ہوا تو میاں عباس نے بڑے صاف اور واضح الفاظ میں کہا کہ "نہ انہوں نے احمد رضا قصوری کے والد پر گولی چلائی اور نہ ہی بھٹو صاحب نے انہیں ایسا کوئی حکم دیا"۔ یہ بیان اگلے روز کے تقریباً سبھی اخبارات میں چیختی چنگھاڑتی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا۔ اس کے دو چار روز بعد میاں عباس کے سمدھی اور میرے دوست میاں مرتضےٰ مرحوم ایک صاحب کو لے کر میرے پاس آئے اور ان کا تعارف چوہدری سردار خاں ایڈووکیٹ جنرل سرحد کے طور پر مجھ سے کرایا اور بتایا کہ یہ میاں عباس کے قریبی عزیز ہیں اور یہ بھی کہ ان کے پاس ضیاء الحق کا ایک جرنیل آیا تھا جس نے انہیں بتایا ہے مولوی مشتاق کا کہنا ہے کہ میاں عباس کے متذکرہ عدالتی بیان کے بعد وہ بھٹو صاحب کو سزائے

موت نہیں دے سکتے اس لئے ضیا حکومت یہ بیان بدلوائے۔ یہ پیغام لانے والے جرنیل صاحب ضیا کی طرف سے یہ پیش کش لائے تھے کہ میاں عباس بیان بدل دیں تو ضیاء الحق ان کی جان بخش دے گا۔ ہمارے دوست ضیا کھوکھر بتاتے ہیں کہ جرنیل صاحب نے چودھری سردار خاں کو اس خدمت کے عوض ہائی کورٹ کا جج بنانے کی پیش کش بھی کی مگر ہمیں یہ بات اس وقت میاں مرتضےٰ نے نہیں بتائی۔ ہم سے صرف یہ پوچھا کہ کیا بیان بدل کر میاں عباس کی جان بچ سکتی ہے؟ ہم نے انہیں کہا کہ آپ کا عزیز مقدمہ قتل میں پھنسا ہوا ہے۔ ہماری رائے شاید آپ کو پسند نہ آئے مگر جتنی تھوڑی بہت سیاسی سوجھ بوجھ ہم رکھتے ہیں اس کے پیش نظر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس بیان پر قائم رہنے سے تو شاید میاں عباس بچ جائیں مگر بیان بدل کر ان کے بچنے کی امید نہیں کی جا سکتی۔

(جاری ہے)

ماضی و حال کی داستانیں (دوسرا اور آخری حصہ)

ہمارے مشورے پر ابتدائی طور پر عمل کیا گیا۔ یعنی میاں عباس ہائیکورٹ میں اقبالی بیان دینے پر راضی نہیں ہوئے۔ سزائے موت کا فیصلہ آنے کے بعد جب سپریم کورٹ میں اپیل کی سماعت جاری تھی۔ وہ سزائے موت سے بچنے کی یقین دہانی پر اعتبار کر گئے اور اپنا حلفی بیان داخل کر دیا۔ جس میں اقبال کیا گیا تھا کہ انہیں بھٹو صاحب نے واقعی یہ حکم دیا تھا کہ احمد رضا قصوری کے والد کو ختم کر دیا جائے۔ بیان بدلنے کے باوجود وہ موت سے نہیں بچ سکے۔ بھٹو صاحب کو تختہ دار پر لٹکانے کے بعد چند روز میاں عباس اور ان کے ساتھی ملزموں کو جیل میں متعدد سہولتیں دی گئیں۔ ملاقاتوں پر پابندیاں بھی ختم کر دی گئیں مگر پھر ان سب کو بھی اچانک پھانسی دیدی گئی۔ چوہدری سردار خاں ایڈووکیٹ جنرل سرحد کو البتہ ہائیکورٹ کا جج بنا دیا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضیا کھوکھر صاحب کی اطلاع درست ہے۔ اب وہ ریٹائرمنٹ کے بعد وکالت کر رہے تھے کہ گمنام قاتلوں کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ ان کے قاتلوں کے بارے میں کسی کو کچھ پتہ نہیں چل سکا۔